⊙ ڈاکٹر محمد افضال بٹ

ایسوسی ایٹ پروفیسر وصدر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

جدیداردونظم: آغاز سے قیامِ پاکستان تک (مختصر جائزہ)

Abstract:

Born in the Decani age, Urdu Poem went through many ups and downs in the literary journey. The period from 1857-1947was particularly long and significant for Urdu poetry and modern Poem. After 1857when there was disappointment and pessimism in the air, personality of Sir Syed turned out to be a ray of hope and freshness in the suppressed scenario. When Sir Syed led the nation in practical and purposeful direction, his poet friends not only expressed harsh realities in Modern poem but also gave birth to new type of poetry. Muhammad Hussain Azad, Altaf Hussain Hali, Ismail Meerthi and Shibli Nomani were among the significant poets of this age. Azad and Hali used Anjman-e-Punjab platform to introduce Modern poem. After that Akbar Alla Abadi took Modern poem to new heights. In addition, development movement, romanticism, and other literary movements paved the way for growth of modern Urdu poem. Then Iqbal appeared as a bright star on the scene who inculcated a renewed spirit in modern Urdu Poem. Hence, we can say that new metaphors, similes, words all offered novel heights to poetry which we can see in Iqbal's poetry that played a significant role in creation of Pakistan.

Keywords:

Modern Poem Azad Hali Meerthi Shibli Halqa Arbab Romanticism

دکنی دور میں جنم لینے والی اردو صنف نظم نے ادبی سفر میں کئی نشیب و فراز طے کیے۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کا دور اردو شاعری بالخصوص اردو نظم کے لیے خاصہ طویل دل چسپ اور اہم تھا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب برصغیر پر مایوسی اور ناامیدی کے بادل چھائے ہوئے تو ایسے میں سرسید کی ذات اس مکدّر فضا میں امید کی کرن ثابت ہوئی۔ سرسید نے جب

قوم کو راہِ عمل دکھائی اور مقصدیت کی طرف راغب کیا تو ان کے رفیق شعرا نے نظم میں نہ صرف فطرت اور خارجی حقائق کو جگہ دی بلکہ جدید شاعری کی بنیاد بھی رکھی۔ حالی، آزاد، میرٹھی اور شبلی اس عہد کے اہم شاعر تھے۔ آزاد اور حالی نے نظم کو نیا روپ دیا۔ اکبرالہ آبادی نے نظم کو مزید تقویت دی۔ اس کے ساتھ مختلف ادبی تحریکوں نے جدید اردو نظم کے لیے رستہ ہموار کر دیا، پھر اقبال ایک عظیم شاعر کی حیثیت سے سامنے آئے، جنہوں نے جدید نظم میں نئی رُوح پھونک دی۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ نئے استعاروں اور نئی لفظیات کی بدولت اور ادب میں ہونے والی تبدیلی اقبال کی شاعری کی مرہونِ منت ہے جس نے قیامِ پاکستان میں کلیدی کردار ادا کیا۔

انسان اظہارِ خیال کے لیے دو مختلف طریقے استعمال کرتا ہے بعض اوقات وہ اپنے خیالات کا اظہار نثری انداز میں جب کہ بعض صورتوں میں وہ شاعری کو اس کام کے لیے موزوں سمجھتا ہے۔ ان دونوں طریقوں کا مجموعہ دراصل ادب کہلاتا ہے۔ وہ ادب جس میں انسانی زندگی کے تجربات، احساسات و تجزیات موجود ہوں صحیح ادب کہلانے کا حق دار ہوتا ہے ایسا ادب جس میں انسانی دل کی دھڑکنیں سنائی دیں، چلتا پھرتا انسان دکھائی دے اور جس کی فضاؤں میں انسانوں کی آہیں، سسکیاں، مسکراہٹیں اور قہقہوں کی جھلک دکھائی دے وہی زندگی کا آئینہ دار ہوگا۔ نظم میں ہر طرح کے موضوع کو بیان کیا جاسکتا ہے، جو اظہار میں وسعت اور کشادگی کا باعث بنتا ہے۔ یہ کسی بھی ہیئت مثلاً مثنوی مدس، قطعہ، مربع، مسمط مخمس وغیرہ میں کہی جاسکتی ہے۔ آغاز میں نظم کے اشعار کا ہم وزن اور مروجہ بحر میں ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ان میں ردیف قافیہ کی پابندی بھی کی جاتی تھی۔ اس کو پابند نظم کہا جاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ نظم میں موضوعات، ہیئت اور اسلوب میں بھی تبدیلی رونما ہوتی رہی جس کی وجہ سے امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ہیئتی اور موضوعی اعتبار سے مختلف تعریفیں کی جاتی ہیں۔ ہماری کلاسیکی تنقید میں نظم سے جملہ شاعری مراد ہے۔ ڈاکٹر روشن اختر کاظمی کے مطابق:

> ''غزل کے علاوہ دوسری تمام اصناف کو ان میں موجود نظم کی بنیادی خصوصیت خارجی زندگی سے ارتباط اور اس کی تصویر کشی کی بنا پر وسیع معنوں میں نظم کے زمرے میں شامل کرتے ہیں۔''(۱)

اردو نظم کا بیج دکن میں بویا گیا اور تین برس تک اس میں فطرت کی رنگینی، مذہب اور معاشرے کے موضوعات پر نظمیں لکھی گئی۔ سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں گول کنڈہ، بیجاپور، بیدر، برار اور احمد نگر کی ریاستیں اس کے لیے قابلِ ذکر قرار پاتی ہیں۔ گول کنڈہ میں قطب شاہیوں اور بیجاپور میں عادل شاہیوں کا راج رہا۔ شاہانِ گول کنڈہ اور شاہانِ بیجاپور کے علاوہ کئی درباری شاعر بھی اس صنف کے فروغ میں کوشاں رہے۔ قُلی قطب شاہ، ابراہیم عادل شاہ، میراں ہاشمی، نصرتی، ملا وجہی، مقیمی، جنیدی، رُستمی اور ابن نشاطی کے نام نمایاں ہیں۔ وجہی، مقیمی اور جنیدی نے طبع زاد مثنویاں تخلیق کیں۔ قلی قطب شاہ، علی عادل شاہ اور نصرتی قصیدہ نگاری میں نمایاں رہے۔ دکنی مثنویوں کی روایت نے فارسی روایت سے فائدہ لیتے ہوئے اُردو ادب میں مثنوی کے رجحان کو تقویت دی۔ دکنی دور کے بعد لکھی جانے والی مثنویوں کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ اُردو مثنویوں کی اس بڑی تعداد میں میر تقی میرؔ کی مثنویوں کے علاوہ میر حسن، دیا شنکر نسیم، میر اثر، مومن اور مرزا شوق دہلوی کی مثنویاں نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔ شعرائے مذکور نے مثنوی نگاری کے اس رجحان کو مزید تقویت دی۔ دکنی دور کے بعد کے ادوار میں مثنوی کے علاوہ قصائد، ہجویات اور مرثیے بھی خاصی تعداد میں لکھے گئے۔ نظم گوئی میں

دکن کی تین سو سالہ شاعری کے بعد اٹھارہویں صدی میں عوامی شاعر سید ولی محمد نظیر اکبر آبادی نے جدید نظم کو اپنایا۔ نظیر نے اپنی نظموں میں عوام کے معاملات، نصیحتوں، طنز وظرافت پر بھر پور توجہ دی۔ جس کی بنا پر اسے عوامی شاعر کے لقب سے نوازا گیا۔ وہ اپنی موضوعاتی نظموں کے حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ شبِ برات کے موقع کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آ کر کسی کے سر پر چھچھوندر لگی کڑی　　اوپر سے اور ہوائی کی آ کر پڑی چھڑی
ہو گئی گلے کا ہار پٹاخے کی ہر لڑی　　پاؤں سے لپٹی شور مچا کر قلم تڑی
کرتی ہے پھر تو ایسی ستمگاری شبِ برات (۲)

نظیر اکبر آبادی کا مقام ومرتبہ جہاں ان کی نظم گوئی کے جداگانہ اسلوب سے متعین ہوتا ہے۔ اپنے وطن کی مٹی سے بہت پیار تھا، اس لیے آپ نے اپنی نظموں میں دھرتی کے ایک سپوت کی طرح نہ صرف دھرتی کے ہر جذباتی ابال میں شرکت کی بلکہ اس کی باس کو سونگھا اور اس کی لمس کو محسوس کیا:

''نظیر کی نظموں کا ایک اہم موضوع میلوں، ٹھیلوں، تہواروں اور تقریبوں پر اظہارِ خیال ہے۔ خاص طور پر وہ تہوار مثلاً ہولی، عید، شب برات، نسبت، بیساکھی کا میلہ وغیر جو عوام کے میلے ہیں اور جن میں عوام شریک ہوتے ہیں، ان کی جیتی جاگتی تصویریں جتنی نظیر کے یہاں ملتی ہیں، اُردو شاعری میں کہیں اور نہیں ملتیں اور اسی وجہ سے خالص ملکی یا ہندوستانی فضا جیسی نظیر کی اس طرح کی نظموں میں پیدا ہوگئی ہے۔'' (۳)

نظیر اکبر آبادی کی شاعری نہ صرف قدیم تہذیب کی عکاس ہے بلکہ یہ سماجی حوالے سے ہمارے جذبات اور احساسات کی ترجمان بھی ہے۔ عید کا چاند دیکھنے کا خوب صورت انداز میں بیان کرتے ہیں:

روزے کی سختیوں سے ہیں جو زرد زرد گال
خوش ہو گئے وہ دیکھتے ہی عید کا ہلال
پوشاکیں تن میں زرد سنہری سفید بال
دل کیا کہ ہنس رہا ہے پڑائن کا بال بال
ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک کے دل میں ہے اس عید کی خوشی (۴)

ان کے ہاں مقامی ہندوستانی زبانوں کے الفاظ، تلمیحات اور اساطیر کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ میلوں ٹھیلوں اور توہمات وعقائد کا جو رنگ ان کی منظومات میں جھلکتا ہے۔ یہ الفاظ دیگران کے کلام میں خارجیت زیادہ ہے۔ نظیر کا رشتہ ارضیت سے استوار ہے۔ یوں ان کی شاعری حواس خمسہ کی تسکین کرتی ہے۔ فکری عناصر ان کے ہاں تھوڑے دکھائی دیتے ہیں۔

ہندوستان کی سرزمین پر اُردو غزل نے ایک عرصہ تک بادشاہت کی تھی۔ غزل کی نشوونما اور فروغ میں مسلمان حکمرانوں کی سرپرستی کا بڑا عمل دخل تھا۔ ساڑھے چھ سو سالہ مسلم حکمرانی کا طویل دور آہستہ آہستہ ختم ہونا شروع ہوا۔

مسلمانوں کی ساری شان وشوکت اقتدار کی وجہ سے تھی چناں چہ اقتدار کی منتقلی سے زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوا۔ ہندوستان کا سیاسی، سماجی اور معاشی ڈھانچہ بکھر کر رہ گیا۔ انیسویں صدی کے نئے منظر نامے نے ہندوستان کی سماج کے تار و پور بکھر کر رکھ یے۔ اس سماج میں نظم سے قبل غزل نے پورے سماج کو اپنی لپیٹ میں لیے رکھا تھا۔ ۱۸۵۷ء سے قبل ہی ایسٹ انڈیا کمپنی بڑی مہارت سے ہندوستان پر اپنی گرفت مضبوط کر چکی تھی۔ فورٹ ولیم کی بنیاد اور دلی کالج کا قائم کرنا انگریزوں کا اپنے مفادات کے تحفظ اور ترویج کو عملی جامہ پہنانے کا ایک آسان راستہ تھا۔ انجمن پنجاب مطالب مفیدہ پنجاب کے نام سے ۱۸۶۵ء میں ڈاکٹر لائٹنر اور کرنل ہالرائڈ کی سرپرستی میں قائم کیا گیا۔ جنگ آزادی سے زندگی میں ایک ہلچل پیدا ہوگئی۔ شاعروں اور ادیبوں نے جدید خیالات اور نظریات کو اردو ادب کا حصہ بنایا۔ بقول عتیق احمد:

> ''چنانچہ ''جدیدیت'' کو اپنانے اور ''نیچریت'' کو مشعل راہ بنانے کی رسم ڈال دی گئی اس دور کا شاعر اپنے آپ پر رونا، ہنسنا اور طنز کرنا سیکھ گیا تھا۔ ماضی کے فنی رجحانات، لایعنی قوافی کی تکرار اور الہامی اور شاعرانہ ترنگوں، اظہار مقصد میں دانستہ مشکل گوئی اور الہام کی جگہ سہل زبان، منظر کشی اور حقیقت پسندی نے لے لی۔ عبوری دور کا یہ معاشرہ اب اپنے سیاسی مصلح، سماج سدھار کارکن اور سماج ہمدرد ادیب کی انگلی پکڑ کر آنے والے عظیم سیاسی انقلابوں کی راہ پر چل نکلا تھا۔''(۵)

سرسید تحریک نے اُردو ادب کو بڑا متاثر کیا اسی وجہ سے اُردو شاعری پر حالیؔ نے کھل کر تنقید کی جس سے اُردو شاعری میں مقصدیت کو فروغ ملا اور ساتھ ہی انگریزی نظموں کے ترجمے سے اُردو شاعری کے باب میں اضافے کی راہیں استوار کیں۔ دھیرے دھیرے ایک قافلہ تیار ہوا جو آگے کی طرف بڑھتا رہا۔ پرانے لوگ اور پھر نئے لوگ اس قافلہ کو بڑھاتے رہے۔ محمد حسین آزاد، حالی، شبلی، اسماعیل میرٹھی، عظمت اللہ خاں، نظم طالبائی، سرور جہاں، چکبست اکبر، شرر، اقبال وغیرہ نے سفر ہمیشہ جاری رکھا، اور یوں اُردو شاعری میں نظم نے ہندوستان کی ادبی فضا کو تبدیل کر دیا۔ جدید نظم میں دلی کالج سے لے کر انجمنِ پنجاب اور سرسید تحریک سے وابستہ شعراء نے ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

> ''جدید اردو نظم کا بیج اُس وقت بار آور ہونا شروع ہو گیا تھا جب دِلی کا شیرازہ بکھر گیا اور اسے لاہور منتقل کرنے کے بعد گورنمنٹ کی تحویل میں دے دیا گیا......''(۶)

نظم کا تعلق انسانی زندگی سے بہت گہرا ہو گیا۔ اس میں موضوعات کی وسعت در آئی، ہیئت، آہنگ اور صوتی تجربے کیے گئے۔ زبان کی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ مختلف تحریکوں نے اُردو نظم کو متاثر کیا۔ جدید اُردو نظم کا آغاز حالی نے مقدمہ شعروشاعری سے کیا۔ انھوں نے اپنے مقدمے میں جدید شاعری کے اصول وضع کیے۔ انجمن پنجاب اس جدت کا نقطہ آغاز ثابت ہوئی۔ انجمن پنجاب نے اُردو ادب کو عمرانی اور تہذیبی سطح پر فروغ دیا، بالخصوص اُردو شاعری کو نئی راہ پر گامزن کر دیا۔ ایسی شاعری جس میں جذبے، فن اور تخیل کے ساتھ ساتھ موضوع، مقصد اور نئی فکر سے بھی آشنائی ہوئی۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل کے مطابق:

> ''اُردو شاعری کی اصلاحی کوششوں اور انجمنِ پنجاب کے مشاعروں نے جدید شاعری کو خاصا فروغ دیا، اس طرح اُردو شاعری حیات وکائنات کے مسائل کی بھرپور ترجمانی کے قابل ہوسکی۔''(۷)

آزادؔ اور حالیؔ نے ادب کے وسیع تر امکانات کا جائزہ لے کر اسے فروغ دینے کی ایک باضابطہ اور منظم کوشش کا آغاز کیا۔ ہالرائیڈ نے آزادؔ کا مشہور لیکچر، جو جدید اُردو شاعری کے بنیادی رجحانات کا آئینہ دار تھا اور مشاعرے کی منظومات پنجاب کے مختلف مدارس کو بھیجیں، تاکہ ان کے بارے میں عام لوگوں کی رائے معلوم کی جاسکے اور نیا ادب عام لوگوں میں فروغ پاسکے۔ جدید اُردو شاعری میں اصلاحات کی یہ کوششیں نہ صرف برصغیر، بلکہ برصغیر سے باہر بھی سراہی گئیں۔ سرسید نے بھی جدید ادب میں اِن شعری تجربات کی تعریف کی اور نیچرل شاعری کو سراہا۔ اس دور میں شعر و ادب کو زیادہ سے زیادہ حقیقت پسند بنایا گیا، پرانی تشبیہیں اور استعارات ختم کر کے فطری جذبات کو شاعری کا حصہ بنا دیا گیا۔ چناں چہ حالیؔ و دیگر شعراء نے نیچرل شاعری کے چھتنار تلے پناہ لی:

> ''حالی نے ایک نظریہ شعر و شاعری بھی ہمیں دیا، ان کی شاعری اس کی پیداوار نہ سہی اس کے مطابق ضرور ہے، فکر و شعور اور تخلیقی جذبہ و احساس کی یکجائی ایک جامع شخصیت کا پتہ دیتی ہے۔''(۸)

اس انقلاب آفرینی سے اُردو شاعری میں جدید رجحانات کو تقویت ملی۔ جدید اُردو شاعری کی بنیاد مقدمہ شعر و شاعری کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ یقیناً ہر عہد ساز شخصیت اپنے عہد کے لیے ایک نیا شعری نظریہ تخلیق کرتی ہے۔ حالیؔ کا 'شعری نظریۂ تخلیق' بھی اُن کے عہد کی معروضی صورتِ حال سے پیدا ہوا ہے۔ اُن کے شعری نظریۂ تخلیق کے بنیادی پہلوؤں کو موضوع بنایا جائے، تو وہ شاعری میں سادگی کے قائل ہیں۔ آسان فہم معنویت کے داعی ہیں۔ حقائق کا بیان، استعارہ در استعارہ شعری تخلیقات سے گریز، نیچرل اندازِ بیاں، مقصدیت اور اصلیت پر زور دیتے ہیں۔ مبالغے کے زبردست مخالف ہیں اور اس کا اظہار انھوں نے 'مقدمہ شعر و شاعری' میں کھل کر کیا ہے۔

علی گڑھ اور انجمنِ پنجاب کی تحریکوں کے زیرِ اثر جدید نظم نگاری کا آغاز ہوا۔ حالیؔ اور آزادؔ نے جدید نظمیں تخلیق کر کے دوسرے شاعروں کو بھی اپنا ہم نوا بنالیا۔ حالیؔ نے اُردو میں پہلی بار طویل نظم مدو جزر اسلام لکھی، جو مسلمانوں کے بلندی و پستی کی داستان ہے۔ انجمنِ پنجاب کے زیرِ اہتمام مشاعروں کا یہ سلسلہ تقریباً گیارہ ماہ تک جاری رہا، مگر یہ قلیل مدت بھی جدید اُردو نظم پر ایسے اثرات مرتسم کر گئی، جن کی گونج ازاں بعد بھی سنائی دیتی ہے۔

> ''انجمن پنجاب کی ایک خدمت یہ ہے کہ اس نے جدید اُردو شاعری کا تصور تشکیل دیا اور اس تصور کے تحت نئی طرز کی شاعری تخلیق کرنے کی تحریک برپا کی۔ اُردو ادب کی تاریخ میں جدید شاعری کا یہ تصور کئی اعتبار سے نیا اور بعض صورتوں میں انوکھا اور اجنبی تھا۔''(۹)

تحریک انجمن پنجاب کو کامیاب بنانے میں اس کے مشاعروں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ آغا محمد باقر کی تحقیق کے مطابق نئی شاعری کے دس مشاعرے منعقد ہوئے۔ ان مشاعروں میں موضوعاتی نظمیں پڑھی گئیں۔ برسات، زمستاں، امید، امن، حب وطن، انصاف، مروت، قناعت، تہذیب، اخلاق۔

> ''نئی شاعری کا مشاعرہ بلا مبالغہ تصنع، نفاظی اور بے جا استعارہ نگاری کے خلاف ایک واضح ردِ عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ انیسویں صدی میں برصغیر میں مغربی علوم اور سائنس کی روشنی پھیلی تو انسان نے اپنے اطراف و جوانب میں دیکھنا شروع کر دیا۔''(۱۰)

حالی نے اپنی نظموں میں نئے موضوعات اور نئے خیالات سے اُردو نظم کا جدیدیت کی طرف موڑ کرا سے جدید اردو نظم کا امتیازی نشان بھی بنادیا۔ بقول ڈاکٹر انور سدید:

> ''حالی کی قادرالکلامی ایک ایسی جوئے رواں ہے جو خیالات کے طغیان کو اپنے کناروں میں سمیٹنے کی پوری قوت رکھتی ہے۔ چنانچہ وہ منظر کا نہ صرف مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ اس کی باریک جزئیات کو بھی سمیٹ لیتے ہیں۔''(۱۱)

محمد حسین آزاد کی نظمیں اُن کا تخلیقی اظہار ہیں۔ ہیئتی لحاظ سے آزاد نے قدیم اصناف میں نئے تجربوں کو آزمایا اور مثنوی کے امکانات کا دائرہ وسیع کر دیا۔ ہیئت کے زاویے سے آزاد نے ردیف اور قوافی ترک کرنے کا تجربہ بھی کیا۔ حالی مشاعرہ انجمن کے کامیاب ترین شعراء میں سے تھے۔ ان کے علاوہ اسماعیل میرٹھی کی نظمیں بھی اہم ہیں۔ اسماعیل میرٹھی اس تحریک سے پہلے بھی موضوعاتی نظمیں کہیں۔ ان نظموں کی سادگی اور پُرکاری سے انکار نہیں جس سے عام انسان کی سوچ وفکر کو نئے تخلیقی آہنگ سے روشناس کرایا اور نظم کو جدید طرز پر استوار کر دیا۔

> ''مولوی اسماعیل میرٹھی کا نام خصوصا قابل ذکر ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مولوی صاحب کا کلیات ۱۹۰۱ء میں منظر عام پر آیا۔ بیسویں صدی کا یہ پہلا ثمر شریں ہیں جو شجر نظم کی شاخ پر نمودار ہوا۔ دوسری بات یہ کہ مولوی موصوف نے بچوں کے لیے بڑی سبق آموز نظمیں کہیں۔ انھوں نے انگریزی نظموں کا اردو میں عمدہ ترجمہ کیا اور بلینک ورس میں بھی نظمیں کہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ انھیں ادبی اہمیت بھی حاصل ہوئی۔''(۱۲)

میرٹھی کی نظموں میں روانی، جاذبیت اور اصلیت زیادہ ہے۔ اسماعیل میرٹھی انسپکٹر مدراس کے دفتر میں جب ملازم تھے تو وہاں انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے موصول ہوئے ان نظموں کی سادگی اور طرز ادا سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ انھوں نے اُردو میں منظوم ترجمے کیے جو ان کے مجموعہ کلام ''ریزہ جواہر'' میں شامل ہیں۔ کپڑا، ایک قانع مفلس، موت کی گھڑی، فادر ولیم یہ چار منظوم ترجمے ہیں۔

اُردو نظم کا فروغ تحریک پنجاب کا غالب پہلو تھا۔ اس تحریک کے فروغ سے پہلے نظیر اکبر آبادی نے اپنی اپچ سے خارج کی دنیا پر نگہ التفات ڈالی تھی لیکن آزاد اور حالی نے اس دنیا کو مقصود بالذات قرار دیا۔ چناں چہ ان شعراء کے ہاں فطرت کا خارجی زاویہ عمدگی سے سامنے آتا ہے لیکن اس پر شاعر کا داخلی ردعمل نظر نہیں آتا۔ اس تحریک کا مقصد چوں کہ اصلاحی تھا اس لیے اس میں اجتماع کو کسی طور بھی فراموش نہیں کیا گیا۔ فرد کے سماجی رخ کو زیادہ اہمیت دی گئی۔ شاعری میں آوردی کیفیت کے ساتھ ساتھ تخیلی پہلو قدرے کمزور پڑ گیا۔ تحریک انجمن پنجاب فطرت کی عکاسی تو کرتی ہے لیکن فرد کے رومانوی مزاج کو خاطر خواہ آسودگی عطا نہیں کرتی۔ انگریزی تراجم نے اس کے موضوعات میں اضافہ کیا اور نظم کے فروغ کی راہ ہموار کی، یوں انجمن پنجاب جدید اُردو شاعری کی بنیاد کا سبب بنی۔ جدید اردو نظم اردو شاعری میں پیدا ہونے والے جدید رجحانات کے عوامل ومحرکات کے بارے میں بقول عبادت بریلوی:

> ''اردو شاعری اس منزل سے اس وقت روشناس ہوئی جب ۵۷ء کے انقلاب کے بعد زندگی میں

نئے حالات پیدا ہوئے اور ان نئے کے نتیجے میں جب نیا احساس بیدار ہوا، نئے شعور نے آنکھ کھولی اور نئے معاملات و مسائل وجود میں آئے۔ایک نئی دنیا پیدا ہوئی، ایک نیا نظام قائم ہوا، ایک نئے معاشرے کی بنیاد پڑی اور ایک نئی تہذیب کی جھلکیاں نظر آنے لگیں، یہ تبدیلی ہماری زندگی کی بہت اہم تبدیلی تھی۔ چنانچہ اس نے زندگی کے ہر شعبے میں ایک نیا انداز پیدا کیا۔شاعری بھی اس نئے انداز سے بچ نہ سکی۔اس کے موضوعات بدلے اور ان موضوعات کو پیش کرنے کے لئے نئے سانچے بنائے گئے۔اس تبدیلی کی جھلک سب سے پہلے انجمن پنجاب کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے ان مشاعروں میں نظر آتی ہے جنھیں لاہور میں اسی مقصد سے ترتیب دیا گیا تھا اور جن میں حالؔی اور آزادؔ پیش پیش تھے۔"(۱۳)

حالؔی اور آزادؔ کے بعد اُردو نظم نگاری کی تاریخ کا ایک اہم نام اکبرالہ آبادی ہے، جس وقت تحریک علی گڑھ اور انجمن پنجاب کے داعیان مغربی سرچشموں سے سیرابی کر رہے تھے، عین اُسی وقت ردِعمل میں ایک توانا آواز اُبھری، جو جدید تہذیب پر کاری ضرب اور مشرقی تہذیب کا پرچار تھی۔ یہ آواز اکبؔر کی تھی۔ وہ مشرقی وضع کے آدمی تھے اور مغربی جدت کا دامن پکڑنے کی بجائے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے اپنا طرزِ سخن خود ایجاد کیا، جو بذاتِ خود"جدید" تھا۔ انھوں نے بے قافیہ نظمیں لکھ کر اس ارتقائی عمل میں شمولیت اختیار کی۔طنز کی شوخی، ظرافت کی چاشنی اور بندش کو اکبر کی شاعری کا خاصہ کہا جاسکتا ہے۔یقیناً اکبؔر نے ہیت کے حوالے سے کلاسیکی روایت کی پاسداری بھی کی اور اس میں جدت بھی پیدا کی، لیکن ہر دو پیمانوں میں خیالات بالکل نئے تھے۔انھوں نے فطرت نگاری کو اپنی نظم میں بڑے خوب صورت انداز بیان کیا ہے ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم قدرتی مناظر بالخصوص صبح کے وقت کی تازگی میں اپنے اندر محسوس کرتے ہیں:

شورِ بلبل جوشِ گل موجِ نسیم انوارِ صبح — اللہ اللہ کس قدر ہیں دل کشاد آثارِ صبح
آفتاب اوجِ سعادت کا ہے وہ روشن نفس — نورِ طاعت جس سے ظاہر ہو دمِ آثارِ صبح
جلوہ حق کے مقابل روئے بت ہے بے فروغ — ہے پیامِ مرگ شمعوں کے لیے دیدارِ صبح
واہ کیا کہنا ہے تیرا اے نسیمِ صبح خیز — تیرے دم سے ہے چمن میں گرمیِ بازارِ صبح (۱۴)

اکبر کے ہاں بھی قوم کی صورتِ حال ابتر تھی۔اگر چہ وہ مغربیت مخالف تھے، لیکن انھوں نے موضوعاتی حوالے سے اپنی شاعری کو افکارِ نو سے تازگی بخشی۔ان کی شاعری میں اُن کی انفرادیت تہذیبی، ثقافتی، سماجی، مذہبی اور اخلاقی تناظر کی بدولت نظر آتی ہے۔اکبؔر کو جدید نظم کے اوّلین معماروں میں سے ایک قرار دیا جائے، تو درست ہوگا۔اکبؔر کی شاعری کی روش، لہجہ، اسلوب اور دائرۂ فکریات انھیں قدیم نہیں، جدید شاعر ثابت کرتا ہے۔وہ ایک طرف تو سرسید تحریک کے مخالفین میں پیش پیش رہے تو دوسری طرف رعایتِ لفظی اور تہذیبی تضادات سے طنز و مزاح کے شائستہ زاویے تراشے۔ شاعری میں انگریزی الفاظ کا استعمال، تحریف پیروڈی کی بدولت انھیں ایک رجحان ساز اور تحریف کے اولین تخلیقی شاعروں کی صف میں شمار کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق:

"سرسید کے مخالفین کے ٹولہ میں سے اکبر آبادی سب سے زیادہ ذہین اور تیز ہی نہ تھے بلکہ بہتر اور

قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ ان کے طنز کی شدت اور ان کے مزاح کی کاٹ پر روشنی ڈالنے کے لیے تو ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہوتی لیکن مختصراً اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اقبال ان کے مداح ہی نہ تھے بلکہ ''بانگِ درا'' کے مزاحیہ اشعار اکبر کی تتبع میں اور اقبال کے ایک خط کے بموجب ''اظہارِ عقیدت'' کے لیے ہیں۔''(۱۵)

سر سید تحریک اور انجمن پنجاب کے زیرِ اثر نظم نگاروں کے علاوہ اس دور میں اردو کے اوّلین مزاحیہ رسالے اودھ پنچ میں بھی نئی ہیئت میں نظمیں لکھی گئیں۔ اگر چہ یہ طنز و مزاح کے پیرائے میں تھیں لیکن ان میں ایک واضح جدید شعور موجود تھا جو ایک طرف انگریز دشمن رویے پر مبنی تھا تو دوسری طرف تحریکِ علی گڑھ کا ردِ عمل تھا۔ اودھ پنچ کے ساتھ ساتھ انگریزوں اور تحریکِ علی گڑھ کا ایک اور ردِ عمل اکبر الٰہ آبادی تھے۔ اکبر اس بات قائل نہیں کہ ترقی اور جدت کی دوڑ میں اپنی تہذیبی، ثقافتی اور مذہبی اقدار کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ سر سید اور اکبر کے نظریات میں ترقی اور جدید تعلیم کے حصول کے لیے واضح تفاوت موجود ہے۔ سر سید مغربی تعلیم اور پیروی؟ مغرب میں انتہا پسندی کے قائل تھے جب کہ اکبر مشرقی اقدار کے پاسبان تھے۔ اس لیے اکبر نے سر سید سے وابستہ احباب کے اس تقلیدی رویے کو طنزیہ شاعری میں بیان کیا۔ ان کے کلام میں قومی تہذیب و معاشرت کی بگڑتی ہوئی صورت کے علاوہ مشرق و مغرب کی آویزش، مذہب اور سائنس کی کش مکش، قدیم و جدید کے درمیان امتزاجی رویے اور ملکی سیاست تک وسیع موضوعات ملتے ہیں۔

اسی دور میں نظم نگاری کے افق پر اقبال بھی جلوہ گر ہیں۔ وہ خود ایک تحریک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ جب پیدا ہوئے تو جنگ آزادی کا ہنگامہ سرد ہوئے بتیس سال اور غالب کی وفات کو سات سال ہو چکے تھے۔ انھوں نے بچپن سے عہد شباب تک کا طول سفر اپنی ذہانت اور قابلیت کے بل بوتے پر کیا۔ ان کے اساتذہ میں سے مولوی میر حسن، داغ دہلوی اور پروفیسر آرنلڈ نے ان کی اخلاقیت کے جوہر کو اجاگر کیا۔ ان کے داخل سے اس شاعر کو دریافت کیا جس کے دل میں ایک قوم جنم لے رہی تھی۔

''اقبال کے نسلی ورثے میں ان کے آریائی ذہن کو اہمیت حاصل ہے تو کشمیر کی صحت مند فضا نے ان کے جمالیاتی ذوق کو اجاگر کیا۔ چنانچہ اقبال کے اسلوب شعر میں حسن آفرینی کا جو عنصر موجود ہے یہ خطہ کشمیر کی عطا ہے اور اقبال اس پر سنجیدہ شکر بجالاتے ہیں۔''(۱۶)

اقبال نے آزاد اور حالی کی طرح فقط مظاہر فطرت کے سپاٹ بیان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے فطرت کے خارجی زاویے پر حیرت استعجاب کا اظہار کیا اور اس کی داخلی حقیقت سے آگہی حاصل کرنے کی سعی کی اقبال نے نظم کے جس انداز میں فروغ دیا اس میں صورت پرستی کا رجحان نہیں۔ اقبال کی شاعری میں مخزن کا کردار کلیدی ہے۔ شیخ عبدالقادر نے اقبال پر متعدد مقالات اور بانگِ درا کا دیباچہ لکھا۔ قیام یورپ کے دوران جب اقبال نے شاعری کو خیر باد کرنے کا ارادہ کیا تو شیخ صاحب نے ہی انہیں ترک شاعری سے منع کیا۔ چناں چہ یہ کہنا درست ہے کہ اقبال کو اقبال سے آگاہ کرنے میں شیخ عبدالقادر نے عمدہ خدمات سرانجام دیں۔

جدید اُردو نظم کی تشکیل میں مخزن کا کردار کلیدی رہا۔ مخزن کی بدولت جو شعراء و ادباء انگریزی تراجم اور اُردو نظم

کے حوالے سے اُبھرے، وہ جدید اُردو نظم کی ایک مضبوط کڑی قرار پاتے ہیں۔ اقبالؔ اور ابوالکلام آزادؔ کو بھی مخزن کی ادبی تحریک نے متعارف کروایا۔ اوّل الذکر نے لفظ کو نئے تخلیقی انداز میں استعمال کا ڈھنگ اختیار کر کے اُردو شاعری کا قدیم مزاج یکسر بدل ڈالا۔ اُردو نظم میں اقبال کی آواز ایک نئی تخلیقی اُپج کے ساتھ سامنے آئی۔ ترجمہ نگاری کے فن نے بھی اُردو نظم کے مزاج میں رنگارنگی ضرور پیدا کی۔ اقبالؔ نے خارجیت پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے داخلی حقائق سے شناسائی کی مقدور بھر کوشش کی۔ وہ ایک وسیع فکری تناظر کے مالک تھے اور انھیں اس کے لیے ایک وسیلۂ اظہار کی ضرورت تھی۔ وہ حیات و کائنات کے شاعر ہیں اور کرۂ ارض پر بسنے والے انسان اُن کا موضوع ہیں۔

> ''حقیقت یہ ہے کہ اقبال کا اصل مقصد فضائے ماہ و انجم کی سیر اور ان کے حُسن کی تعریف نہیں بلکہ وہ ماہ و انجم کے ذریعے فلسفہ حیات پیش کرنا چاہتے ہیں اور ان کے ذریعے اپنے پیغامات انسان تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس لیے ان کا اصل مرکز کرۂ ارض اور اس پر بسنے والا انسان ہی ہے۔''(۱۷)

اقبالؔ نے اپنے افکار و خیالات کے بیان کے لیے جو اسلوب اپنایا، وہ سب سے منفرد ہے۔ انھوں نے لفظوں کو اس کاری گری سے استعمال کیا ہے، کہ اجنبیت کا کہیں بھی احساس نہیں ہوتا، بلکہ لفظوں کو نئی معنویت عطا کر کے جدید اُردو نظم کا دامن وسیع کیا ہے۔ بانگ درا میں انگریزی سے ماخوذ نظموں میں اقبال کا منفرد اسلوب، مطالعہ، الفاظ کی خوب صورتی، تازگی اور تاثریت خوب نظر آتی ہے: ڈاکٹر وزیر آغا اقبالؔ کو جدید اُردو نظم کا پیش رو قرار دیتے ہیں:

> ''اقبالؔ کے معتدل اور متوازن رویے نے جدید اُردو نظم پر اپنے اثرات کچھ یوں مرتسم کیے، کہ نظم لکھنے والوں نے مادی جدلیات کو عبور کر کے کائناتی جدلیات کا ادراک کر لیا اور پھر پیکار کی سطح سے 'اکائی' کی سطح پر اُٹھ آئے۔ یہ ایک خالص مشرقی اندازِ فکر تھا جو اقبالؔ کی وساطت سے جدید اُردو نظم کی بُنت میں شامل ہوا۔''(۱۸)

اقبال نے اُردو نظم کو خارجی عکاسی سے ہٹا کر حسن کی اعلیٰ قدروں کو اجاگر کرنے پر مائل اور ناظر اور منظور کے درمیان عشق کے وجدانی رشتے کو قائم کیا۔ اقبال نے نظم کے جس انداز کو فروغ دیا اس میں صورت پرستی کا رجحان نہیں۔ بے شک اقبال نے جمود کو ختم کیا اور فرد کی داخلی دنیا کو برانگیختہ کر دیا۔ ان سے پہلے موضوعاتی شاعری میں شبلی، حالی اور اکبر نے نام پیدا کیا۔ یہ شعرا اقبال کے پیش رو بھی تھے اور معاصر بھی۔ اقبال کی قومی شاعری ریزہ فکری ہی نہیں تھی۔ ان کی شاعری میں ارتقا کی رو مسلسل اور خود کار رہے۔ ان کا تخلیقی عمل جس موضوع کو بھی مس کرتا ہے اسے سابقہ موضوعات کے سلسلے سے منسلک کر دیتا ہے۔

نظم میں بالعموم فرد کے ذاتی تجربات کو اہمیت دی جاتی ہے لیکن اقبال نے اسے اجتماع اور پوری قوم سے خطاب کا ذریعہ بنایا۔ یوں ہم کہ سکتے ہیں کہ اقبال نے لفظ و معنی میں نیا آہنگ پیدا کیا۔ ان کی نظم ان کی فکری سوچ کی آئینہ دار ہے اور یہ قاری کو اپنے ساتھ بہالے جانے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ اقبال کے اس اندازِ عمل نے نظم کے خارجی پیکر کو ہی مضبوط نہیں بنایا بلکہ اس کے داخل کو بھی توانائی عطا کی جس سے نظم کی جہت یکسر بدل گئی اور اس میں دروں بینی کا

رجحان پیدا ہو گیا۔اقبال کی شاعری نے برصغیر میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص اصلاحی اور معاشرتی امور سرانجام دیے۔ترقی پسند شعرا نے ایک طرف شاعری کو منطقی اظہار کا وسیلہ بنانا قبول کیا تھا تو دوسری طرف کچھ شعرا نے الفاظ اور تراکیب کے بنے بنائے سانچے کا بے محابا استعمال کیا۔ بالالفاظ دیگر یہ کہنا درست ہے کہ اقبال کی شاعری نے ایک زندہ اور فعال تحریک کے طور پر نئی تحریکوں کو جنم دیا۔

اختر شیرانی نے رومانویت کے پہلو میں عورت کے وجود کو دیکھا۔حامد اللہ افسر کی رومانویت بچپن کے لطیف خوابوں سے عبارت ہے۔ وہ ندی کی لہروں میں ڈولتے چاند کو پکڑنے میں مصروف ہے تو اس کے دل میں مسرت کی چاندنی چٹکنے لگتی ہے۔رومانویت کی ایک دلآویز امتزاجی صورت ساغر نظامی کی شاعری میں ملتی ہے۔انھوں نے اقبال حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی کے اثرات قبول کیے۔الطاف مشہدی کی شاعری میں بھی عورت کے ملکوتی حسن کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ان کا عشق زلف ورخسار سے تمازت کشید کرنے کا خواہاں ہے۔ان کی رومانویت میں ستارے، پھول، چاندنی راتیں، بیمار کلیاں، پرخواب فضائیں اور سحر کار ماحول نے بڑی خوبی سے جادو جگایا ہے۔حفیظ جالندھری نے رومانویت میں معصوم حسرتوں کے چراغ روشن ہیں۔

اُردو شاعری میں عظمت اللہ خان کی نظم کی حیثیت ایک تجربے کی ہے۔لیکن اس کے اثرات بڑے گہرے ہیں۔انھوں نے ہندوستان کی عورت کے مختلف روپ کو متعارف کروایا۔عورت کے جذبات محبت کو موضوع بنا کر بیش تر مرد کی انفعالی کیفیت کو ہی ابھارا ہے۔موہنی صورت موہنے والی، صبح، دام میں یاں نہ آئے، مجھے پت کا کوئی پھل نہ ملا، میرے حسن کے لیے کیوں مرے وغیرہ ان کی اچھی نظمیں ہیں۔احسان دانش کی رومانویت میں فطرت پرستی کے ساتھ ساتھ ماضی پرستی کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ احسان دانش کی کائنات چھوٹی چھوٹی مسرتوں اور معصوم خواہشوں کا مرقع ہے۔اردو شاعری میں ایک طرف تو جدید اردو نظم اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی تو دوسری طرف غزل بھی نئے رجحانات کے زیراثر آ گئی اور اس طرح غزل اور نظم دونوں پر رومانی تحریک کے اثرات مرتب ہوئے۔

ضیا جالندھری نے حسن کی دوامی حیثیت کو اجاگر کیا اور یوں ان کی شاعری میں ابتدا اور انتہا کی نامعلوم صورتیں پیدا ہو گئیں۔مختار صدیقی نے لفظوں کیجذ باتی تجربے کو نئے سر کے روپ میں شعر میں پیش کیا۔

اُردو میں ترقی پسند شاعری کی اولین روایت کو علی گڑھ اور انجمن پنجاب کی تحریکوں نے فروغ دیا۔ترقی پسند تحریک نے جب ماضی کی روایات اور احیا کی مخالفت کا سلسلہ شروع کیا تو اقبال ہی سامنے آئے۔اس نظریے کے مطابق مزدور اور کسان کو ہیرو بنا کر پیش کیا۔اس طرح جو بھی ادب تخلیق ہوا اس پر ترقی پسند نظریے کی گہری چھاپ ہے۔تحریک سے جو شعراء ابھرے انھوں نے ترقی پسندی کا مفہوم خاص معنوں میں ابھارنے کی کوشش کی ہیاور ادب کو حقیقی زندگی کا عکاس قرار دیا:

> ''ترقی پسند تحریک عوام کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کو فرد کے مقابلے زیادہ اہم مانتی تھی وہ کسی بھی ایسی صنف یا پیرایہ کو رد کرتی تھی جس سے روایت کی بو آئے یا وہ جاگیردارانہ نظام کی پروردہ ہو......ترقی پسند تحریک انقلاب، تبدیلی، عمل، آزادی، رجائیت کو ہی اصل تقی پسندی مانتی

تھی......وہ عوام میں جوش وخروش اور نئے زمانے کی تشکیل کے لیے ہمت اور جرات رندانہ بھر دینا چاہتی تھی۔''(۱۹)

جوش ملیح آبادی کی ترقی پسندی ان کے لاابالی مزاج کا حصہ ہے۔حیدرآباد کی ملازمت سے برطرفی کے بعد ان کے ہاں احتجاج کا زاویہ اور ردعمل کی قوت نے جنم لیا۔ان کی شاعری میں ترقی پسند فکر اور رومانوی جذبے کا طوفانی ابال خاص اہمیت رکھتا ہے۔روح ادب کے بعد جوش کے متعدد مجموعے شائع ہوئے۔ان سب میں سیمابی اضطراب اور ہیجانی کیفیات ہیں۔جوش کی شاعری اقبال کی طرح پاکیزہ نہیں لیکن عصرِ حاضر کی بنتی ہوئی تہذیب کا شاعر تھا جس کے امکانات روشن ہیں۔جوش ملیح آبادی کی شاعری زندگی کی پیچیدہ راہوں کی نشاندہی کرتی ہے۔

فیض احمد فیض کی شاعری محض ذات کا اظہار نہیں بلکہ پوری انسانیت کا اظہار ہے۔فیض پوری انسانیت کے شاعر ہیں۔فیض کے سامنے انسانی معاشرہ اوراس کی ٹوٹتی بکھرتی تہذیب،ثقافت کے آثار ہیں۔فیض معاصر زندگی اوراس کے مسائل سے بخوبی آگاہ تھے۔ان کے ہاں حُسن کا تصور محض وجدانی یا محض مادی نہیں۔وہ اپنے جمالیاتی اسلوب کے ساتھ ساتھ طبقاتی موضوع کو نغمہ بنانے میں کامیاب رہے۔

مخدوم محی الدین کی شاعری میں رومان اور انقلاب کی آواز بیک وقت سنائی دیتی ہے۔انھوں نے عشق سے انقلاب کی طرف سفر شروع کیا۔انھوں نے ترقی پسند تحریک کی سیاسی جہت کو بھی اہمیت دی۔اسرارالحق مجاز کی شاعری میں تین اہم مقام آئے ہیں۔اول: محبوبہ دلنواز کا حسن، دوم: ظالم سماج، سوم: انقلاب۔آخری مقام وہ ہے جب مجاز انقلاب کا نعرہ بلند کرتا ہے اور اپنے ساتھ عوام کو بھی مشورہ دیتا ہے۔مخدوم محی الدین کی طرح مجاز اس مقام سے بھی گزرے ہیں کہ وہ عوام کی آواز بن گئے۔

ساحرلدھیانوی نے اپنی شاعری میں حسن کی تصویرکشی بھی کی اور ظلم واستحصال کے خلاف آواز بھی بلند کی۔ظہیر کاشمیری کی ترقی پسندی ان کی طلب اور جستجو کا نتیجہ ہے۔ان کے ہاں سرخ انقلاب کا خواب ایک حقیقت بن کر نمودار ہوا ہے۔احمد ندیم قاسمی نے ماحول اور احباب سے ترقی پسند کو اکتساب کیا۔انھوں نے شعوری سطح پر دشمن کا تصور پیدا کر کے نفرت کی شمشیر جگر دار کو حصول مقصد کے لیے استعمال کیا۔عارف عبدالمتین وہ ترقی پسند شاعر ہیں۔جنہوں نے غریبی وغیور مزاجی کا اعلان کیے بغیر ترقی پسند نظریات کا اعلان کیا۔ان کی شاعری معنوی طور پر ایک مخصوص آئیڈیل کی تلاش سے تعبیر ہوتی ہے۔ترقی پسند شعرا نے پابند نظم کی اصناف میں مسدس مربع اور مخمس کی ہیئت کو زیادہ استعمال کیا۔نظریات کی تکرار سے نظموں میں بے جا طوالت پیدا ہوگئی اور الفاظ شاعری کے موضوع پر زیادہ حاوی ہو گئے۔ بلاشبہ ترقی پسند شاعری نے ہیجان پیدا کرنے میں خاصی کامیابی حاصل کی۔

حلقہ ارباب ذوق کی ابتدا افسانہ سے ہوئی۔اس تحریک نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُردو ادبی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ حلقے کے رفقا میں سے یوسف ظفر، قیوم، تابش صدیقی اور حلقے کا جاندار میراجی تھا۔ان کی وجہ سے بہت جلد حلقہ کی ادبی نشستوں پر شاعری براجمان ہوگئی۔ بلاشبہ حلقہ ارباب ذوق نے نئی نظم کو پروان چڑھایا۔حلقہ ارباب ذوق کی شاعری نے خارج اور باطن میں ہم آہنگی پیدا کی۔

میراجی نے اپنی شاعری میں تر جمے کو اہمیت دی۔ میراجی علامت استعارہ اور تمثال کے شاعر تھے۔ انھوں نے بات کو پھیلانے کی بجائے سمیٹنے کو ترجیح دی۔ اُن کی شاعری میں بنیادی طور پر معاشرتی تبدیلی کے خواب دیکھنے والے شخص کی تصویر پائی جاتی ہے۔ وہ زندگی کی پریشانیوں سے گھبراتے نہیں بلکہ دل کو منفرد انداز میں کہتے ہیں:

الجھنوں کیوں ترا نادان دل گھبرا گیا؟
زندگی میں الجھنیں دلچسپیاں لائیں تمام
پیشتر تھا عمر کا پھل سادہ سادہ اور خام
الجھنوں سے پختگی کا رنگ اس میں آگیا
دیکھ تیری دل کا جذبہ بحر استقبال میں
کائناتی وسعتوں کے روئے تر پر چھا گیا
کس لیے کھویا ہے تو افسردگی کے جال میں
الجھنوں سے کیوں ترا نادان دل گھبرا گیا؟ (۲۰)

یوسف ظفر کی شاعری میں خیال کی رو بے حد متحرک ہے۔ ان کے کلام میں حب الوطنی مرکزی حیثیت کی حامل ہے۔ چناں چہ ان کی شاعری میں ایک عجیب سی کسک اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ وہ صرف خارج کو ہی متحرک نہیں کرتے بلکہ قاری کو داخلی سطح پر اضطرابی کیفیت پیدا کرتے:

مجھے گماں تھا کہ اب کسی موڑ پر کسی آشنا کو پا کر
میں اپنی تنہائیوں کی، ویرانیوں کی باتیں سنا سکوں گا
کسی سے میں داد پا سکوں گا
مرے لئے بیقرار ہوں گے مرے خیالوں میں بسنے والے
مجھے گماں تھا کہ میری آمد پہ اُن کی نظریں چمک اُٹھیں گی
مگر یہ بے نور سرد آنکھیں، مگر یہ بے آب زرد چہرے
مجھے صدا دے کے روکتے ہیں کہ جس کا مفہوم اجنبی ہے (۲۱)

قیوم کے کلام کی خاص خوبی یہ ہے کہ وہ قاری کے دل کو فطرت کے قریب کر دیتا ہے:

جاگے پل کے سکھ کا جادُو
انگ انگ سہلائے خوشبُو
رنگ رنگ کی شوبھا نیاری
مہک رہی ہے پھلواری (۲۲)

اُردو نظم میں داخلیت کی جس تحریک کی ابتدا میراجی نے کی تھی اسے اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ تھوڑے سے عرصے میں درجنوں ایسے شعرا سامنے آئے جنھوں نے حلقے سے وابستگی کو اپنے لیے اعزاز سمجھا۔ بے شک سرسید سے لے کر ترقی پسند

تک اردو کو سب تحریکوں نے متاثر کیا لیکن جس مثبت انداز میں حلقہ اربابِ ذوق نے اثرات مرتب کیے وہ قابلِ ستائش ہیں۔ حلقے سے وابستہ ادیب اور شعرا ادب برائے ادب کے نہ صرف قائل تھے بلکہ انھوں نے اس پر سختی سے عمل کیا۔

حلقے کی تحریک کے باقی نمایاں شعراء کرام میں تابش صدیقی، مجید امجد، ن۔م راشد، اعجاز فاروقی، شہرت بخاری اور ناصر کاظمی اہم ہیں۔ان میں سے سرشار نے اپنی الگ اقلیم خیال پیدا کی اور شاعری کے گونا گوں تجربات، متنوع احساسات اور تخلیقی ردِعمل کی مختلف النواع جہات سے آشنا کر دیا۔ حلقہ نے اُردو نظم کی تبدیل کر دیا۔شعراء نے عربی اور فارسی کے بجائے اردو میں اظہار کیا۔جس سے جذبے کی داخلی کیفیت کو بہتر انداز میں پیش کیا جا سکتا تھا۔اس کاوش کی دوسری صورت یہ تھی کہ حلقے کے شعراء نے بالعموم چھوٹی بحروں کو زیادہ استعمال کیا اور سہلِ ممتنع کی کیفیت پیدا کر دی۔

المختصر جدید اردو نظم متنوع فکری رجحانات کی حامل ہے۔جدید نظم کے شعرا دیگر فکری زاویوں کے ساتھ ساتھ گہرے سماجی شعور سے بھی متصف ہیں۔تاریخی حوالے سے بیسویں صدی کا یہ عرصہ برصغیر میں سیاسی ہلچل کا ہے۔آزادی کی تحریکیں، ادبی تحریکیں اور نظریاتی وابستگیاں اپنے مدارج میں سرگرم تھیں۔اردو نظم بھی اسی زمانے میں اپنے جدید دور میں داخل ہوتی ہے۔برصغیر اور اس کے باشندے ایک طرف تو عالمی سیاسی افق پر ابھرنے والی تبدیلیوں سے متاثر ہوتے رہے اور دوسری طرف مقامی سطح پر بے یقینی کی صورتِ حال نے انھیں عجب کرب کا شکار بنا دیا۔جدید اردو نظم نے بھی زمانی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اپنے ادبی شعور کا اظہار کیا۔

حوالہ جات

۱۔ روشن اختر کاظمی، اُردو میں طویل نظم نگاری کی روایت و واقعات، (دہلی: ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۴ء)، ص ۱۱

۲۔ نظیر اکبر آبادی، کلیاتِ نظیر، (لاہور: مکتبہ شعروادب، ۱۹۸۶ء)، مرتبہ، مولانا عبدالباری آسی ص ۴۱۷

۳۔ ابواللیث صدیقی، تجربے اور روایت، (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۵۹ء)، ص ۱۳۵۔۱۳۶

۴۔ کلیاتِ نظیر، ص ۶۱۸

۵۔ عتیق احمد، ہمارے ادب کے جدید رجحانات، مشمولہ: پاکستانی ادب (جلد پنجم)، (راولپنڈی، ایف جی سرسید کالج جنوری ۱۹۸۶ء)، مرتبین، رشید امجد، فاروق احمد، ص ۶۶۱

۶۔ انور سدید، اُردو ادب کی تحریکیں، (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۹ء) ص ۳۵۵

۷۔ معین الدین عقیل، تحریکِ آزادی میں اُردو کا حصہ، (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۶ء)، ص ۳۷۱

۸۔ سید عبداللہ، ولی سے اقبال تک، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۲۶۰

۹۔ ناصر عباس نیر، انجمن اشاعت علوم مفیدہ: مابعد نوآبادیاتی تناظر، مشمولہ: نقاط (فیصل آباد: اکتوبر ۲۰۱۱ء)، شمارہ ۱۰، ص ۶۰۔۶۱

۱۰۔ اُردو ادب کی تحریکیں، ص ۳۴۰ ۱۱۔ ایضاً، ص ۳۵۱

۱۲۔ شین کاف نظام، بیسویں صدی میں اردو نظم، مشمولہ: بیسویں صدی میں اردو ادب، از: گوپی چند نارنگ، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)، ص ۹۱

۱۳۔ عبادت بریلوی، جدید اردو شاعری، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۱۔۱۲

۱۴۔ اکبر الٰہ آبادی، کلیاتِ اکبر الہ آبادی، (الٰہ آباد: اسرار کریمی پریس ۱۹۳۶ء)، ص ۱۰

۱۵۔ سلیم اختر، اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ص ۳۳۵

۱۶۔ شذراتِ فکر اقبال، مرتبہ: ڈاکٹر جاوید اقبال، ص ۱۵۳

۱۷۔ سلام سندیلوی، اُردو شاعری میں منظر نگاری، (لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۸ء)، ص ۴۶۸

۱۸۔ وزیر آغا، جدید اُردو نظم کا پیش رو، مشمولہ: اوراق، (لاہور، جولائی اگست ۱۹۷۷ء)، شمارہ نمبر ۷۔۸، جلد نمبر ۱۲، ص ۱۰۸

۱۹۔ ممتاز الحق، اردو غزل کی روایت اور ترقی پسند غزل، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۵۵

۲۰۔ میراجی، کلیاتِ میرا جی، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء)، مرتبہ: ڈاکٹر جمیل جالبی، ص ۳۲۳

۲۱۔ ۱۹۴۶ء کی بہترین نظمیں، (لاہور: مکتبہ اردو، س۔ن)، مرتبہ: حفیظ ہوشیار پوری، قیوم نظر، یوسف حسن، ص ۶۱

۲۲۔ قیوم نظر، پون جھکولے، (لاہور: استقلال پریس، ۱۹۴۸ء)، ص ۲۲